اسلامی نظام کی برکت اور اللہ کے فضل و کرم سے آج بھی سعودی عرب اسی امن و سکون کا گہوارہ ہے۔ اور أصلها ثابت وفرعها فى السماء کا سماں بندھا ہوا ہے۔ جس سے وہاں کے عوام بھی انتہائی خوش ہیں اور دوسرے ملکوں سے روابط و مراسم بھی بہت مستحکم ہیں۔

مگر کیا کیا جائے ان شیطان صفت نام نہاد عالمی حقوق انسانی جیسی تنظیموں کا، جنہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا، دوسرے کی آنکھ کا تنکا بہت کھٹکتا ہے۔ ڈاکوؤں، راہزنوں، قاتلوں اور منشیات فروشوں کو اسلامی شریعت کے مطابق بروقت سزا دیکر جرائم کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کو بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے تعبیر کیا جارہا ہے، اور سعودی حکومت کی تنقید کی جارہی ہے۔ گویا ان تنظیموں کے پاس ہر قسم کے سنگین جرائم کا ارتکاب انسان کا حق ہے اور مظلوم کی دادرسی کی کوئی حیثیت نہیں، ظالم کو قرار واقعی سزا دینا بھی جرم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج خاص طور پر عالم جمہوریت کے چودھری امریکہ سمیت مغربی ملکوں کا معاشرہ بری طرح زوال پذیر ہے۔ دن دھاڑے لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارتگری روز روز کا معمول ہے۔ عصمت دری اور ہم جنس پرستی کا قانون پاس کیا جارہا ہے۔ ان ملکوں میں اب انسان اور حیوان ایک صف میں کھڑے ہیں۔ پھر بھی انہیں اصرار ہے کہ ہم ہی روشن خیال ہیں، ساری دنیا کو ہم سے تہذیب و تمدن اور حقوق انسانی کی پاسداری سیکھنی چاہئے۔ **یا للعجب**!

یہ تنظیمیں جو ان ملکوں کے روپے پیسے کے زور پر چلتی ہیں، انہی ملکوں کیلئے جاسوسی بھی کرتی ہیں، اور ان کے غیر انسانی افکار کا پرچار بھی۔ اب یہ "حقوق انسانی" کے لبادے میں سعودی عرب جیسی اسلامی و فلاحی مملکت کہ حرمین شریفین کی وجہ سے تمام اسلامی ممالک کے دل ان کے ساتھ دھڑکتے ہیں، جہاں خالص اسلامی نظام کی حکمرانی ہے، وہاں اسلامی طرز حیات اور اس کے بابرکت شعائر کو غیر مؤثر کرنا چاہتے ہیں۔ میڈیا پر کنٹرول ہونے کے ناتے معمولی معمولی باتوں کو مرچ مسالہ لگاکر دردناک اور وحشت ناک انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جبکہ اپنے ہاں اٹھنے والے طوفانوں اور سیلابوں کا ذکر ہی نہیں کرتے، یا بالکل بے اثر کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ ممالک خود ان سیلابوں میں غرق ہونے والے ہیں۔ بہر حال جب تک ہمارے حکمرانوں کے ارادے پکے ہوں اور اسلامی طرز حیات کو حرز جان بنائے رکھیں، یہ غوغائے رقیباں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، اور سارے بداندیش اصحاب فیل کی طرح ﴿کعصف مأکول﴾ ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس عظیم اسلامی و فلاحی اور خیر و برکت سے بھرپور مملکت کو سدا قائم رکھے، آمین۔

موجودہ حکومت کا سیکولر ازم اور اس کے مضمرات

مسلمانان برصغیر نے اسلام کے زرین نظام زندگی کو پروان چڑھا کر امن واخوت کا مثالی نمونہ پیش کرنے کے لئے غاصب انگریزوں اور شاطر ہندوؤں کے علی الرغم پاکستان قائم کیا۔ مگر ان 52 سالوں میں ہمارے حکمرانوں نے ہمیں موجودہ صورتحال تک پہنچایا۔ اور بقول ڈاکٹر حقی "ہمارا حکمران خواہ جو بھی ہو، منتخبہ ہو یا جبری، سول ہو یا فوجی، نظریاتی ہو یا سیاسی، ہماری سیاہ بختی یہ ہے کہ اقتدار ملتے ہی حکمرانوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، نیت اور نظریہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور جس منشور کے دعوے اور وعدے کو حکومت میں آنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، ایوان اقتدار میں داخل ہوتے ہی ماتم پر بچھنے والی صف کی طرح اسے لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے، اور یکسر بھلا دیا جاتا ہے"۔

ماضی میں حکمران اپنے مطلب کیلئے ہی سہی "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام نامی استعمال کرتے تھے۔ آئین میں اللہ تعالی کی حاکمیت اعلی کو تسلیم کرتے اور قرآن وسنت کو مملکت کی اساس تصور کرتے آئے تھے۔

مگر موجودہ حکمران پارٹی کے بعض ممبروں نے باہر کے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ملک کو ایک سیکولر مملکت بنانے کا اعلان کر دیا۔

دوسرے دن عوام کے تیور دیکھ کر تردیدی بیان بھی جاری کر دیا۔ گویا اشتراکی نظریئے کے مطابق "دس گز آگے بڑھو، اگر شور اٹھا تو تین گز پیچھے ہو جاؤ" پر عمل پیرا ہو گیا۔ اس سے پہلے ہمارے فوجی حکمران نے بھی اسلام دشمن، یورپی ایجنٹ اور غدار قوم اتاترک کو اپنے لئے خیر وبرکت کا نمونہ قرار دیا تھا، جس پر ملک میں بہت شور اٹھا تھا۔

دینی مدارس ومساجد (جو دراصل اسلام کے مضبوط قلعے اور حصار ہیں) کے خلاف خبث باطن کا اظہار، دیگر اسلامی اقدار کے منافی اعلانات وغیرہ کسی طور بھی پاکستان کی خدمت گزاری نہیں کہلا سکتے۔

اگر کہیں "دینی مدرسہ" کے لبادے میں ملک وملت کے خلاف کوئی سازش پروان چڑھ رہی ہو تو اسے طشت ازبام کر کے کیفر دار تک پہنچایا جائے۔ نہ کہ تمام اسلامی مراکز کو ہدف تنقید بنایا جائے، جو صرف دینی واخلاقی اقدار کی تعلیم اور ترویج کے ذریعے معاشرے کو مستحکم اور پاکیزہ بنانے اور وطن عزیز کی بے لوث خدمت میں کوشاں ہیں۔ جنہیں اب دشمنان ملک وملت کی رضاجوئی کے لئے "دہشت گردوں کا اڈہ" کہا جا رہا ہے۔

حکومت کو اس یاوہ گوئی سے پیشتر اپنے زیر کنٹرول چلنے والے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، جن پر بے تحاشا قومی دولت خرچ ہوتی ہے۔ جہاں طلباء تنظیموں سے بھاری تعداد میں خطرناک اسلحے پکڑے جاتے

رہے ہیں۔ جہاں غنڈہ گردی، نشہ بازی، فرقہ بندی اور پارٹی بازی عام ہے۔ ان ہی اداروں میں علاقہ پرستی سے لیکر ملک دشمن سرگرمیاں تک پروان چڑھتی رہتی ہیں۔ اور آج بہت ساری علاقائی پارٹیاں انہی تنظیموں کی مرہون منت ہیں، جو کہ ملک کی وحدت اور سالمیت کیلئے خطرہ بنی ہوئی ہیں۔

مزید افسوسناک بات یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے پر زور دیا جارہا ہے، جو صرف دنیوی ضرورت کی بات ہے، مگر علم دین کا حصول جو ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ ڈاکٹر ہو یا انجینئر، سول ہوں یا فوجی، اس کے بارے میں تو کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ علم حقیقی یعنی علوم اسلامی سے متعلق کوئی شد بد رکھتا بھی ہے یا نہیں؟

آج ہم پاکستان کے اساسی مطلب "لا إله إلا الله" کی تنفیذ سے روگردانی کے سبب آدھا ملک گنوا چکے ہیں۔ اور موجودہ پاکستان بھی بے شمار داخلی وخارجی مسائل سے دوچار ہے۔ اور بمصداق فرمان الٰہی ﴿ولو أن أهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركٰت من السماء والأرض ولٰكن كذبوا فأخذنهم بما كانوا يكسبون٥﴾ (الأعراف:٩٦) ہماری ایمانی کمزوری اور بداعمالیوں کی وجہ سے وطن عزیز قحط سالی، خشک سالی اور شدید گرمی جیسے عذاب الٰہی سے دوچار ہے۔ حالات وواقعات اور آثار وقرائن اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہم دھیرے دھیرے سیکولرازم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

مغربی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر پورے ملک میں N.G.Os کو کھلم کھلا کام کرنے کا موقع دیا جارہا ہے، جو غریب ملکوں خاص کر پسماندہ اسلامی ملکوں میں غربت وافلاس دور کرنے کے نام پر بے حیائی کے پرچار اور اسلامی اقدار کی بیخ کنی میں مصروف ہیں، انسانی حقوق اور نسوانی حقوق کے نام پر عاصمہ جہانگیر اور حناجیلانی جیسی مغرب زدہ اور دشمنان اسلام وانسانیت عورتیں کئی دین دار و باکردار خاندانوں کی عزت وناموس کو سربازار نیلام کراچکی ہیں۔ یہ تنظیمیں سادہ، دیندار اور غریب لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کیلئے باقاعدہ شیطانی حربہ استعمال کرتی ہیں، جس طرح شیطان لعین نے حضرت آدم وحوا کو دام فریب میں پھنسا کر بے پردہ کردیا تھا۔ بنی آدم کی اس بشری کمزوری سے شیطان صفت لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ادھر شمالی علاقہ جات جو پاکستان کا انتہائی پسماندہ مگر حساس علاقہ تصور کیا جاتا ہے، یہاں کے لوگ دینی اقدار سے والہانہ وابستگی رکھتے ہیں اور سادہ زندگی گزارنے کے عادی ہیں، مگر 1982 سے یہ علاقہ بھی ان تنظیموں کی نظر کرم میں آیا ہوا ہے۔ بلکہ آغاخان دیہی اشتراکی پروگرام نے اس علاقے میں درپردہ متبادل حکومت قائم کر رکھی ہے

جس کا اربوں روپے سالانہ بجٹ ہے، اوپر سے ہیلی کاپٹر اور نیچے سے سینکڑوں مہنگی اور نئی نئی ماڈل کی کسٹم فری گاڑیاں غریبوں کی ''خدمت'' میں مصروف کار ہیں۔ اپنی خود ساختہ تنظیموں کے ذریعے اگر کچھ غریب پروری کی جائے تو بھی تنظیموں کی فیس اور بچت کے نام پر سود وصول کر کے غربت کیا، غریب ہی کا خاتمہ کیا جا رہا ہے کہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' جبکہ تنظیموں کے لیڈر بہتی گنگا میں اس طرح ہاتھ دھو رہے ہیں کہ باقی عوام تو ہاتھ ہی دھو کر رہ جاتے ہیں۔ یوں ہر غریب کو سود میں پھنسانے کا سہرا اس ادارے کے سر ہے۔

علاوہ ازیں یہاں کے خالص دینی معاشرے کو مغربی افکار کے تحت بے لگام طرز زندگی میں تبدیل کرنا بھی ان اداروں کا اہم مشن ہے۔ ہر فیلڈ میں نوجوان لڑکیوں کو بھاری معاوضوں پر بھرتی کرنا، اور کسی بھی پروگرام کو صنف نازک کی شرکت کے بغیر ناقص قرار دے کر مسترد کرنا ان اداروں کی امتیازی شان ہے۔

قومی سلامتی کے لحاظ سے افسوسناک بات یہ ہے کہ اس حساس علاقے میں N.G.Os کی ذمہ دار بن کر یہودی اور انڈیا کے ہندو بھی دندناتے پھر رہے ہیں، جو شمالی علاقہ جات جیسے حساس سرحدی علاقے کے چپے چپے سے متعلق مکمل معلومات رکھتے ہیں۔ بعض اخباری ذرائع کے مطابق آغا خان فاؤنڈیشن میں قدرتی وسائل کے ذمہ دار ایک ہندو آفیسر نے فاؤنڈیشن کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے، نیز ایک یہودی کے گلگت میں ماتحت لوگوں کو تکلیفیں پہنچانے کی خبر ہے۔

ہمیں اس مالی نقصان اور عملے کی ایذارسانی سے قطع نظر حکومت سے بجا طور پر یہ شکایت ہے کہ ہمارے قومی وملی دشمنوں کو پیارے وطن پاکستان میں عموماً اور حساس سرحدی علاقوں میں خصوصاً دخل اندازی کا موقعہ کیوں دیا جاتا ہے؟ کیا کسی پاگل یا غدار کے علاوہ کوئی یہود وہنود سے پاکستان اور اس کے غریب عوام سے حسن سلوک کی توقع کر سکتا ہے؟۔

1999 میں 20 مغربی ملکوں کے سفراء نے شمالی علاقہ جات کا تفصیلی دورہ کیا اور ان غیر سرکاری تنظیموں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے مزید امداد کی نوید دے گئے، کیونکہ یہ ان کی توقعات پر پوری اتر رہی ہیں۔

غریب پروری کے مخلصانہ جذبے سے سرشار ایک محبِّ وطن فرد ڈاکٹر عبدالغفور بھٹی نے بلتستان میں آلو کی کاشت اور مارکیٹنگ میں رہنمائی کر کے غریب عوام کو اپنے وسائل سے معیشت سنوارنے کا جو گر سکھایا، سود اور اخلاقی گراوٹ سے پاک یہ قابل تحسین اقدام دیگر شعبوں میں بھی حقیقی ترقی کے حصول کے لئے نشان منزل ہے۔

مگر ان نام نہاد فلاحی اداروں کے پاس بھاری تنخواہیں اور سفر خرچ وصول کرنے، اختلاط مرد وزن کی راہ ہموار